پروفیسر محمد صدیق

بیرسٹر شیخ محمد اکرام نائب مدیر "مخزن"

دوسری اور آخری قسط

ادبی کارنامے

شیخ محمد اکرام کی ادارت میں شائع ہونے والے ادبی رسائل، ان کے زیرِ اہتمام مخزن پریس لاہور اور دہلی میں طبع ہونے والی چند کتب اور ان کی اپنی تصانیف کا جائزہ پیش خدمت ہے۔

مخزن

جب سے انگریزوں نے برصغیر کی حکومت سنبھالی تھی، اسی وقت سے مسلمان ان کی نظروں میں معتوب تھے۔ انگریز مسلمان حکمرانوں کی ہر یادگار کو مسخ کرنے پر تُلا ہوا تھا۔ ہندو ان کے مددگار تھے۔ اردو زبان کا ڈھانچہ اگرچہ ہندی الاصل تھا مگر وہ اردو کو مسلمانوں کی زبان سمجھتے تھے۔ اسی لیے اس زبان کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ انگریزوں اور ہندوؤں کی ملی بھگت سے ۱۸۶۷ سے ۱۸۹۷ء تک مختلف اوقات میں بے شمار موقعوں پر اردو کو ختم کرنے کی ناکام کوششیں کی گئیں۔ ۱۸۹۷ء میں ایک مرتبہ پھر یہ تنازعہ ابھرا۔ اس مرتبہ اس فساد کی ساری ذمے داری سر انٹیونی میکڈانل لیفٹیننٹ گورنر یو۔پی پر عائد ہوتی ہے۔ ۱۸۹۸ء میں ہندی زبان کے حامی ہندوؤں نے بے شمار دستخطوں کے ساتھ ایک محضر نامے کے ذریعے انٹیونی میکڈانل سے مطالبہ کیا کہ عدالتوں اور سرکاری دفاتر میں ہندی کو رائج کیا جائے۔ اس نے ہندوؤں کو خوش کرنے کے لیے ۱۸ اپریل ۱۹۰۰ء میں یو۔پی کی عدالتوں میں ہندی رسم الخط جاری کر دیا۔

نواب سید مہدی علی خان محسن الملک (۱۸۳۷ء ۔ ۱۱ اکتوبر ۱۹۰۷) علی گڑھ ٹرسٹ کے سیکرٹری اور سرسید احمد خان (۱۸۱۷ء ۔ ۱۸۹۸ء) کے جانشین تھے، انھوں نے اس کا جواب دینے کے لیے ۳ مئی ۱۹۰۰ کو علی گڑھ ٹاؤن ہال میں ایک کامیاب جلسۂ عام میں اینٹونی میکڈانل کے اس اقدام کی نہ صرف

شدید مذمت کی بلکہ "اردو ڈیفنس ایسوسی ایشن" بھی قائم کر دی۔ ۱۷ اور ۱۸ اگست ۱۹۰۰ کو لکھنؤ میں نواب محسن الملک کی زیرِ صدارت ایک جلسۂ عام منعقد ہوا جو بہت کامیاب ہوا۔ نواب محسن الملک نے سرکاری دباؤ کی پروا کیے بغیر اردو کی حمایت میں ایک زوردار تقریر کی۔

اس جلسے میں پنجاب کی نمائندگی میر غلام بھیک نیرنگ، مرزا اعجاز حسین اور شیخ عبدالقادر نے کی۔ انھوں نے لکھنؤ کے معروف بیرسٹر حامد علی خان سیکرٹری اردو ڈیفنس ایسوسی ایشن کے مہمان خانے میں قیام کیا۔ میکڈانل اس بات سے خاصا برہم تھا کہ پنجاب سے تین آدمی کیوں اس جلسے میں شرکت کے لیے آئے ہیں۔ ان کی نقل و حرکت کی خاص نگرانی کی جا رہی تھی۔ اس عظیم الشان جلسے میں شیخ عبدالقادر کو خطاب کرنے کا موقع ملا تو انھوں نے فرمایا "اردو کا مسئلہ صرف صوبہ جات متحدہ سے متعلق نہیں ہے بلکہ سارے ملک کے ان حصوں سے متعلق ہے، جہاں اردو بولی اور سمجھی جاتی ہے اور ہم مجبوراً اردو کی پکار سن کر آئے ہیں"[۱]

سیرِ لکھنؤ اور اس جلسے میں شیخ عبدالقادر نے محسوس کیا کہ بہت سے شعرا نے اپنے اشعار میں تعلّی کا اظہار کرتے ہوئے ایسے اشعار بھی کہے ہیں جن سے مترشح ہوتا ہے کہ زبان اردو کے اہلِ ملک اجارہ دار مسلمان اہلِ زبان ہی ہیں۔ دوسرے مذہب یا دیگر صوبوں کے لوگ اگر اردو بولتے یا لکھتے ہیں تو ان سے مستعار لیتے ہیں۔ اس احساس کے بعد شیخ عبدالقادر نے لکھنؤ میں فیصلہ کیا کہ "ایک ایسا رسالہ جاری کیا جائے جو مذہبی اور سیاسی بحثوں سے الگ رہ کر صرف ادبی خدمات تک اپنی مساعی محدود رکھے"[۲] اس خیال کا ذکر انھوں نے وہیں اپنے ہم سفر رفقا سے کیا۔ انھوں نے اس تجویز کو بہت پسند کیا۔ لاہور آکر شیخ عبدالقادر نے علامہ اقبال سے بھی اس سلسلے میں تبادلۂ خیال کیا۔ علامہ اقبال نے نہ صرف اس تجویز کو پسند کیا بلکہ قلمی تعاون کا بھی یقین دلایا۔ رسالے کی تیاریاں شروع ہو گئیں اور احباب سے خط و کتابت کے ذریعے قلمی تعاون کے وعدے لیے گئے۔

نئے رسالے کے نام کے مسئلے کے متعلق شیخ عبدالقادر تحریر کرتے ہیں کہ،

"میں نے جب ۱۹۰۱ میں اس نام (مخزن) سے رسالہ جاری کیا تو بہت سے ناموں کو سوچنے کے بعد اس کے

۱؎ مخزن - جنوری ۱۹۲۹، ص ۵ ۲؎ ایضاً

حق میں فیصلہ اس خیال سے کیا کہ یہ لفظ جامع تھا اور مختصر۔ انگریزی ڈکشنری سے مجھے یہ پتا چلا کہ لفظ میگزین جو انگریزی رسالوں وغیرہ کے لیے مستعمل ہے وہ دراصل لفظ مخزن سے مشتق ہے۔ [۵۳]

بیسویں صدی کے پہلے سال اپریل ۱۹۰۱ میں مخزن کا پہلا شمارہ بڑی آب و تاب کے ساتھ منظرِ عام پر آیا۔ شیخ عبدالقادر اس کے مالک و مدیر تھے۔ شیخ محمد اکرام پریس کے کاموں کے علاوہ علمی امور میں ان کے مددگار تھے۔ رازق الخیری رقم طراز ہیں :

مخزن پریس کا تمام کام شیخ محمد اکرام صاحب کی مستعدی اور جفاکشی، محنت اور قابلیت کی وجہ سے بہ حسن و خوبی انجام پا رہا تھا۔" [۵۴]

شیخ محمد اکرام ۱۹۰۳ء میں باقاعدہ مجلّہ مخزن کے نائب مدیر مقرر ہوئے اور ان کا نام مخزن کے ٹائیٹل پیج پر طبع ہونے لگا۔

۱۹۰۴ء میں شیخ عبدالقادر بیرسٹری کے لیے انگلستان روانہ ہوئے۔ اس وقت "مخزن" کی عمر ساڑھے تین برس تھی۔ یہ اس کے عروج کا زمانہ تھا۔ برصغیر کے تمام ادبی حلقوں میں عام تاثر پھیل گیا کہ اب مخزن اپنا معیار قائم نہ رکھ سکے گا۔ لیکن شیخ محمد اکرام کی علمی و ادبی صلاحیتوں نے نہ صرف پرچے کا معیار قائم رکھا بلکہ اس کو بلند کیا۔ امداد صابری لکھتے ہیں :

" رسالہ جاری کرنے کے ساڑھے تین سال بعد شیخ عبدالقادر صاحب ولایت چلے گئے لہٰذا ایڈیٹری کا تمام بار شیخ محمد اکرام صاحب پر ڈال گئے تو صحافی دنیا میں ایک ہلچل مچ گئی کہ رسالے کا جو معیار شیخ عبدالقادر صاحب کے زمانے میں قائم ہوا تھا وہ ان کی عدم موجودگی میں برقرار نہیں رہے گا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا، بلکہ ان کے اسسٹنٹ ایڈیٹر محمد اکرام نے رسالے کا سابقہ معیار برقرار ہی نہیں رکھا بلکہ ترقی کی منزل کی طرف لے گئے۔ [۵۵]

مرزا حیرت دہلوی دہلی سے "اخبار کرزن گزٹ" شائع کرتے تھے۔ انھوں نے ۸ا دسمبر ۱۹۰۴ کے شمارے میں شیخ محمد اکرام کی مدیرانہ خوبیوں کی مندرجہ ذیل الفاظ میں تعریف کی :

---

۵۳ مخزن، جنوری ۱۹۴۹ - ص ۴

۵۴ عصمت کی کہانی - رازق الخیری مطبوعہ ستمبر ۱۹۳۹، ص ۶

۵۵ امداد صابری - تاریخ صحافت اردو جلد چہارم، ص ۱۲۲

"یہ دلچسپ رسالہ شیخ عبدالقادر صاحب بی۔ اے کی ایڈیٹری میں شائع ہوتا تھا مگر جب وہ ولایت جانے لگے تو ہمیں ایک مایوسی ہوگئی تھی، شاید یہ اب اس شان سے نہیں نکلے گا۔ مگر اس کی حیرت انگیز ترقی دیکھ کر عش عش کرتے ہیں۔ اس قابلیت اور عمدگی سے شیخ محمد اکرام صاحب اسسٹنٹ ایڈیٹر نے اس کی صورت بدلی ہے اور اس میں تازگی کی روح پھونک دی ہے کہ دیکھ کر بے ساختہ مرحبا کہنے کو جی چاہتا ہے۔ اگر یہی صورت اور حالت قائم رہی تو یقیناً اس سے بہتر رسالہ ہندوستان بھر میں اور کوئی نہیں ملے گا۔"[۶]

رازق الخیری لکھتے ہیں "شیخ صاحب مرحوم کے زمانہ ادارت میں مخزن اپنے انتہائی عروج کو پہنچا۔"[۷]

۱۹۰۶ء میں شیخ عبدالقادر بیرسٹری کر کے انگلستان سے واپس آئے تو انھوں نے دلّی میں پریکٹس کرنے کا فیصلہ کیا۔ وہ دلی منتقل ہو گئے، ان کے ساتھ ہی مخزن اور مخزن پریس بھی ۱۹۰۷ء میں دلی پہنچ گیا۔ شیخ محمد اکرام بھی دہلی چلے گئے۔ شیخ عبدالقادر تو اپنی مصروفیات میں الجھے ہوئے تھے۔ شیخ محمد اکرام مخزن پریس اور مجلہ مخزن کی بے مثال خدمات انجام دیتے رہے تھے۔[۸] ۱۹۱۰ء میں شیخ عبدالقادر نے لاہور منتقل ہونے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ جولائی ۱۹۱۰ء میں اس رسالے نے لاہور کی راہ لی۔ شیخ محمد اکرام بیرسٹری کے لیے انگلستان روانہ ہو گئے۔[۹] شیخ محمد اکرام ۱۹۰۳ء سے جولائی ۱۹۱۰ء تک مخزن کے نائب مدیر رہے۔ مخزن کا کردار اردو ادب کی تاریخ کا ایک نہایت اہم اور زریں باب ہے۔

۱۹۰۴ء میں آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا اٹھارواں اجلاس لکھنؤ میں منعقد ہوا۔ اس کی صدارت سر تھیوڈر مارلیسن[۱۰] نے کی۔ انھوں نے برصغیر کے مسلمانوں کے تعلیمی مسایل پر ایک پر مغز خطبہ صدارت

۶۔ امداد صابری - تاریخ صحافت اردو - جلد چہارم، ص ۱۲۲
۷۔ عصمت - جون ۱۹۲۱، ص ۳۸۰
۸۔ عصمت کی کہانی - رازق الخیری، ص ۱۱
۹۔ عصمت [illegible] نمبر، جولائی [illegible]، ص ۱۴۰

۱۰۔ سر تھیوڈر مارلیسن انگلستان کے علمی و ادبی خاندان کے فرد تھے۔ ابتدائی حالات پردۂ اخفا میں ہیں۔ ٹرینٹی کالج کیمبرج کے گریجویٹ تھے۔ برصغیر میں راجہ چھتر پور کے اتالیق مقرر ہوئے۔ ۱۸۹۹ء میں مسٹر تھیوڈر بیک پرنسپل ایم۔ اے او کالج نے ان کو کالج میں انگریزی کا پروفیسر مقرر کیا۔ سرسید ان کی علمی خوبیوں کی بنا پر ان کو پسند کرتے تھے۔ وہ آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے ہر سالانہ جلسے میں شرکت کرتے تھے۔ کچھ عرصے بعد ولایت چلے گئے۔ ستمبر ۱۸۹۹ء میں مسٹر بیک کا انتقال ہوا تو وہ انگلستان سے واپس آ کر کالج کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ ۱۹۰۶ء کے قریب دوبارہ ہمیشہ کے لیے انگلستان چلے گئے۔ بہت عمدہ، مخلص اور دیانت دار انسان تھے۔

ارشاد فرمایا۔ انھوں نے کہا "ہندوستان کے مسلمان اگر ترقی کر سکتے ہیں تو تعلیم ہی کے ذریعے سے کر سکتے ہیں"[11] برصغیر کے مسلمانوں کے امراض کی نشان دہی کرتے ہوئے انھوں نے کہا: "دو بڑے مرض جو مسلمانوں کو لاحق ہیں، وہ مالی و علمی افلاس کہے جا سکتے ہیں"[12] اس کانفرنس میں پنجاب کی نمائندگی کرنے کے لیے شیخ محمد اکرام (۱۸۸۰ — ۲۱ مئی ۱۹۴۱)، شیخ عبد القادر (۱۸۷۴ — ۹ فروری ۱۹۵۰)، علامہ محمد اقبال (۹ نومبر ۱۸۷۷ — ۲۱ اپریل ۱۹۳۸) اور سید غلام محی الدین عرف میر غلام بھیک نیرنگ (۱۸۷۵ — ۱۶ اکتوبر ۱۹۵۲) تشریف لے گئے تھے۔

ضیاء الحسن علوی ندوی[13] نے اہلِ پنجاب کی سیرِ لکھنؤ کا ذکر مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا ہے:

"اس کانفرنس میں سب سے پہلا (پہلے) لاہور کے جتھے میں میر نیرنگ، قبلہ سر محمد اقبال، شیخ محمد اکرام سے ملاقات ہوئی۔ ہاں سر عبد القادر بھی تھے۔ مگر میں ان کو پہلے سے جانتا تھا۔ ان لوگوں کو لکھنؤ دیکھنے کا بہت شوق تھا۔ مگر بات بات پر یہ ضرور کہتے تھے کہ دیکھیے اردو ہماری زبان نہیں ہے مگر ہم کو اردو پر کتنی قدرت ہے۔ وہ وقت ان لوگوں کے جوانی سے بھرے ہوئے جوش کا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ ادبی دنیا کو ہلا ڈالیں گے اور ایک حد تک سچ بھی کر دکھایا۔ "مخزن" کے برابر کس رسالہ نے استقلال کے ساتھ اردو کی خدمت کی، مگر سر عبد القادر جوانی میں بھی نہایت سموئے ہوئے آدمی تھے اور ایسے جوش کے اظہار سے بری تھے"[14]

یہ حضرات اس زمانے میں جوان تھے۔ شیخ عبد القادر کی عمر ۳۰ سال، نیرنگ کی ۲۹ سال، علامہ اقبال کی ۲۷ سال اور شیخ محمد اکرام کی عمر ۲۳ سال تھی۔ پُر جوش تھے۔ جوانی میں کچھ کر گزرنے کی دُھن

---

[11] خطباتِ عالیہ مرتبہ مولوی انوار احمد زبیری مارہروی حصہ ۲، ص ۲۴۱ [12] ایضاً

[13] ضیاء الحسن علوی ندوی کاکوری ضلع لکھنؤ کے مشہور علوی خاندان کے فرزند تھے۔ ۱۸۹۱ء میں پیدا ہوئے۔ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں مولانا حفیظ اللہ، مولانا عبد الشکور اور مفتی عبد اللطیف سے تعلیم پائی۔ ۱۹۰۵ء میں مولانا سید سلیمان ندوی کے ہم درس تھے۔ علم کلام اور اعجاز القرآن کا درس مولانا شبلی سے لیا۔ ۱۹۰۶ء میں ضیاء الحسن اور سید سلیمان کی دستار بندی ہوئی۔ ۱۹۱۶ء میں ایم۔اے کیا۔ ۱۹۱۷ء میں عربی مدارس کے انسپکٹر مقرر ہوئے۔ دار المصنفین کے رکن تھے۔ ۱۴ جون ۱۹۴۵ء کو بعمر ۵۴ برس انتقال ہوا۔

[14] یادِ ایام ۔ ضیاء الحسن ندوی، مطبوعہ ادارہ انیس اردو الٰہ آباد ۱۹۵۹ء، ص ۷۹

میں انسان اکثر تعلی کا اظہار کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جب وہ بے لوث خدمات انجام دینے کے جذبات سے مملو ہوتا ہے تو کئی مرتبہ اسے اپنے کام پر بھی فخر ہوتا ہے۔ یہی فخر شیخ محمد اکرام کو تھا۔ وہ ۲۳ سالہ خوش پوش اور پُرجوش جوان تھے۔ منشی سجاد حسین مدیر اودھ پنچ سے کبھی ان کی ایک ملاقات ہوئی۔ اس محفل میں دورانِ گفتگو شیخ محمد اکرام نے چند تعلی آمیز جملے کہہ دیے۔ شیخ صاحب نے کہا "دیکھیے اردو ہماری زبان نہیں ہے مگر ہم کو اردو پر کتنی قدرت ہے۔" سجاد حسین کو ضبط کہاں تھا، تنک کر بولے، "واللہ آپ کی نظم (مضمون) "ٹوپی" پر بہت خوب تھی۔ اب کہ لنگوٹی پر طبع آزمائی فرمایئے گا۔"[۱۵] سجاد حسین نے اس موقع پر قدرے زیادتی کی تھی۔ کیونکہ راشد الخیری لکھتے ہیں کہ "شیخ محمد اکرام صاحب خدا مغفرت کرے، لاہور کے رہنے والے تھے۔ مگر دلی کی زبان پر اس قدر قدرت حاصل کر لی تھی کہ ان کی تحریر، ان کی گفتگو اور ان کے لب و لہجہ سے شبہ ہی نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ پنجاب کے ہیں"[۱۶]

عصمت

۱۹۰۷ء میں "مخزن" جب لاہور سے دلی پہنچا تو شیخ عبدالقادر اور شیخ محمد اکرام نے مولانا راشد الخیری کو اپنا مددگار بنا لیا[۱۷] کیونکہ ان میں باہم علمی اور ادبی ہم آہنگی کی وجہ سے دوستانہ مراسم قائم تھے۔ راشد الخیری نہ صرف مخزن کے لیے مضامین قلم بند کرتے بلکہ مخزن پریس کے انتظامی امور میں بھی شیخ محمد اکرام کا ہاتھ بٹاتے تھے۔ دفتر کا بہت سا علمی کام ان کے ذمے تھا۔ مولانا اس زمانے میں ڈپٹی اکاؤنٹنٹ جنرل کے دفتر میں ملازم تھے۔ مگر یہ کام ان کی طبیعت کے مطابق نہ تھا۔ وہ دفتر سے طویل رخصت لے کر ادبی ذوق کو پورا کرتے تھے۔ اسی زمانے میں احباب کی مجلس میں یہ خیال پیدا ہوا کہ خواتین کے لیے ایک رسالہ جاری کیا جائے۔ شیخ عبدالقادر عصمت کے جاری کرنے کے متعلق لکھتے ہیں:

۱۵ھ یادِ ایام۔ ضیاء الحسن علوی ندوی، ص ۷۹

۱۶ھ عصمت۔ راشد الخیری نمبر جولائی ۱۹۶۴ء، ص ۴۰

۱۷ھ عصمت۔ جولائی ۱۹۶۴ء، ص ۱۳۹

ان دنوں میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ایک رسالہ عورتوں کے فائدے کے لیے بھی جاری کیا جائے۔ مشورہ سے یہ قرار پایا کہ مسز اکرام اس رسالہ کی ایڈیٹر ہوں[۱۸] اور مولانا راشد الخیری اس کے لیے مضامین لکھیں جو لڑکیوں کے لیے خاص طور پر موزوں ہوں، جنھیں پڑھنے سے انھیں دلچسپی بھی ہو اور ان کی معلومات میں بھی اضافہ ہو۔ بہت غور و فکر کے بعد اس رسالے کا نام عصمت تجویز ہوا اور رسالہ بڑے آب و تاب سے نکلا اور نکلتے ہی مقبول ہوا۔"[۱۹]

اس فیصلے کے ساتھ ہی مخزن پریس سے عصمت شائع ہونے لگا۔ شیخ محمد اکرام مدیر اور بیگم محمد اکرام نائب مدیر کی حیثیت سے کام کرنے لگیں۔ ملا واحدی کا خیال ہے کہ مجلہ عصمت مخزن کا چربہ تھا۔[۲۰] رازق الخیری بیان کرتے ہیں کہ "شیخ صاحب (شیخ محمد اکرام) کی ہمت سے "عصمت" عالم وجود میں آیا۔"[۲۱]

عصمت کا پہلا شمارہ جون ۱۹۰۸ء میں منظر عام پر آیا تو برصغیر کے تمام اردو اور انگریزی اخبارات و رسائل " پاونیر، آبزرور لاہور، علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ، اخبار وکیل امرتسر، نیر عظیم آباد، پیسہ اخبار لاہور، مشرق گورکھپور، زمانہ کانپور اور دکن ریویو حیدرآباد دکن نے اس کا شاندار خیر مقدم کرتے ہوئے تبصرے قلم بند کیے۔ کیونکہ یہ مجلہ پردہ نشین، خاتون علی گڑھ اور تہذیب نسواں لاہور کی طرز پر خواتین کے لیے جاری کیا گیا تھا۔ مستورات میں پاکیزہ خیالات اور مفید معلومات کی فراہمی اس کا نصب العین تھا۔ عصمت اپنی صوری اور معنوی خوبیوں کے لحاظ سے بہت عمدہ پرچہ تھا۔ ہلکے گلابی رنگ کے خوش نما سرورق کے گرد سنہری بیل بنی ہوئی تھی۔ عنوان پر "عصمت" کا نام روپہلی حروف میں لکھا ہوتا تھا۔ سرورق کی صناعی اور مرصع کاری آنکھوں کو فرحت بخشتی تھی۔ یہ دست کاری، رنگ آمیزی اور مینا کاری شیخ محمد اکرام کی فن کارانہ چابک دستی کا شاہکار تھی۔ مجلہ عام طور پر ۶۴ صفحات ۱۴ × ۲۳ س م سائز کے خوب صورت کاغذ پر طبع ہوتا تھا۔

عصمت شیخ محمد اکرام اور بیگم محمد اکرام کی خوش سلیقگی، محنت اور فن کارانہ صلاحیتوں کا گل دستہ

۱۸۔ اس کے مدیر شیخ محمد اکرام تھے۔ مسز اکرام نائب مدیر تھیں۔

۱۹۔ عصمت راشد الخیری نمبر جولائی ۱۹۶۴، ص ۱۲۷

۲۰۔ میرے زمانے کی دلی، ص ۸۳

۲۱۔ عصمت راشد الخیری نمبر جولائی ۱۹۶۴، ص ۳۸۰

تھا۔ برصغیر کے تمام اردو اور انگریزی اخبارات و مجلات نے رسالے کے مدیر اور نائب مدیر کو مبارک باد دی، یہاں صرف آبزرور لاہور کی طویل رائے سے چند سطور نقل کی جاتی ہیں: "عصمت یورپ کے اعلی درجے کے رسالجات خواتین کے سانچے میں ڈھالا گیا ہے اور ہمارا خیال ہے کہ مسٹر و مسز محمد اکرام کو ان کی مشترکہ محنتوں کے نتائج پر داد و مبارک باد دیتے ہیں۔"[۲۲]

شیخ محمد اکرام تقریباً دو سال تک بہت محنت اور دیدہ ریزی سے اس پرچہ کو مرتب کرتے رہے۔ ۱۹۱۱ء میں جب وہ بیرسٹری کے لیے انگلستان روانہ ہوئے تو مجبوراً مولانا راشد الخیری کو اپنی سرکاری ملازمت کو خیرباد کہہ کر پرچے کی ادارت سنبھالنا پڑی۔[۲۳]

ابومسلم خراسانی

شیخ محمد اکرام علم و ادب کا گہرا ذوق رکھتے تھے۔ ان کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ وہ نہ صرف خود لکھتے تھے بلکہ برصغیر کے دیگر علما و فضلا سے بھی علمی اور ادبی مضامین حاصل کرتے تھے۔ نوخیز ادبا و شعرا کی حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ غیر ملکی زبان و ادبیات کے فن پاروں کے تراجم کروانے کی فکر میں بھی رہتے تھے۔ ابومسلم خراسانی جرجی زیدان[۲۴] مدیر رسالہ "الہلال" کا شاہکار عربی ناول مصر سے شائع ہوا تھا۔ اس ناول میں جرجی زیدان نے سلطنت بنی امیہ کے زوال اور حکومت عباسیہ کے عروج کو نہایت خوبصورتی اور سلاست سے تحریر کیا ہے۔ شیخ محمد اکرام نے مولوی محمد حلیم انصاری ردولوی سے بغرمائش اور باصرار اس ناول کا رواں اور سادہ اردو میں ترجمہ کرایا۔ یہ ترجمہ ۳۷۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ ۱۹۰۷ء میں اس کتاب کو شیخ محمد اکرام نے مخزن پریس لاہور سے بخط نستعلیق نہایت عمدہ کاغذ پر شائع کیا۔

مثنویات حسن

شیخ محمد اکرام کو خوب صورت طباعت و کتابت کا بہت شوق تھا۔ انھوں نے مخزن پریس سے

---

۲۲ آبزرور لاہور ۲۰ جون ۱۹۰۸ منقول از "مخزن" اگست ۱۹۰۸، ص ۲۰

۲۳ عصمت راشد الخیری نمبر جولائی ۱۹۶۴، ص ۱۲۸

۲۴ جرجی زیدان: ــــ عیسائی مصری ادیب، مؤرخ اور افسانہ نویس، ۱۴ دسمبر ۱۸۶۱ کو شام کے ایک عرب پادری کے گھر پیدا ہوئے۔ عربی اور فرانسیسی کے ماہر تھے۔ ۱۸۹۱ء میں شادی کی۔ ۱۸۹۲ء میں قاہرہ سے "الہلال" جاری کیا جو ابھی تک جاری ہے۔ جرجی نے ۱۹۱۴ء میں انتقال کیا۔ اب ان کے بھتیجے ابراہیم زیدان الہلال کے مدیر ہیں۔

بڑی عمدہ کتابیں شائع کیں۔ ۱۹۰۸ء میں انھوں نے میر حسن کی مثنویاں "سحر البیان" اور "گلزار ارم" کو مثنویات حسن کے نام سے مولوی سید اشرف حسین دہلوی سے مرتب کرا کے دہلی مخزن پریس سے شائع کیا۔ یہ کتاب اس زمانے کی بہترین طباعت اور عمدہ کتابت کی شاندار مثال ہے۔ اس پر انھوں نے دو صفحات پر مشتمل تمہید لکھی جو ان کے صاحبِ اسلوب ہونے کا خوب صورت نمونہ ہے۔

تمدّن

شیخ محمد اکرام کی ادارت میں اپریل ۱۹۱۱ء میں[۲۵] تمدن کا پہلا شمارہ منظرِ عام پر آیا تو ادبی حلقوں نے اس نئے پرچے کی بے حد پذیرائی کی۔ مجلہ مخزن کے لاہور منتقل ہو جانے سے اہلِ دلی کو جو علمی و ادبی نقصان پہنچا تھا، تمدن نے اس کی تلافی کر دی۔ ۱۹۱۱ کے آخر میں جب شیخ محمد اکرام بیرسٹری کے لیے انگلستان روانہ ہوئے تو اس جریدے کی ادارت کے فرائض مولانا راشد الخیری نے سنبھال لیے۔ مئی ۱۹۱۵ میں جب یہ رسالہ قاری سرفراز حسین کے بڑے بیٹے عباس حسین قاری کے حوالے کر دیا گیا تو یہ دلی کی بجائے لکھنؤ سے شائع ہونے لگا۔[۲۶]

مولوی نذیر احمد، منشی ذکاء اللہ، مولوی سید احمد، مولوی احمد علی شوق قدوائی لکھنوی، مولانا شاد عظیم آبادی، مولانا عزیز لکھنوی، قاری سرفراز حسین، مولوی اشرف حسین، حکیم ناصر نذیر فراق، سید رؤف علی بیرسٹر، ڈاکٹر مشرف الحق، مولانا طباطبائی اور شہزادہ محمد اشرف گورگانی جیسے ممتاز ادبا اور شعرا کے مضامین اور اشعار اس ادبی مجلے کی زینت بنتے رہے ہیں۔

انوارِ سہیلی کے انمول موتی

شیخ محمد اکرام کو بچوں کے ذہنی اور جذباتی مسائل سے گہری دلچسپی تھی۔ جہاں انھوں نے خواتین کے لیے عصمت اور انیسِ نسواں جیسے اعلیٰ پایہ کے جریدے جاری کیے، وہاں بچوں کے لیے سبق آموز اور اخلاق آموز کہانیاں بھی قلم بند کیں۔ انھوں نے انوارِ سہیلی سے سبق آموز کہانیوں کے ایک انتخاب کو سہل اور عام فہم زبان میں تحریر کیا۔ اس کا پہلا ایڈیشن تین حصوں پر مشتمل ہے، جو ۱۹۲۹ء میں شائع ہو کر مقبول

---

۲۵ عصمت فروری ۱۹۱۱، ص ۹

۲۶ عصمت کی کہانی، ص ۱۴ اور ۲۰

ہوا۔ ناظم تعلیمات پنجاب لاہور نے بذریعہ سرکلر نمبر ۸۹۳، مورخہ ۲۲ اپریل ۱۹۳۰ کو یہ کتاب تمام سکولوں کے کتب خانوں کے لیے منظور کی۔ ہمارے پیشِ نظر اس کتاب کا چوتھا ایڈیشن ہے جسے لاہور کے معروف ایجوکیشنل پبلشرز" منشی گلاب سنگھ اینڈ سنز" نے ۱۹۴۲ء میں ۱۸ × ۱۲ س م کی تقطیع پر بخط نستعلیق عمدہ کاغذ پر تین حصوں میں شائع کیا، یہ کتاب جامعہ پنجاب کی لائبریری میں موجود ہے۔

انیسِ نسواں

شیخ محمد اکرام کو برصغیر کی پس ماندہ اور غیر تعلیم یافتہ خواتین سے بے حد ہمدردی تھی۔ ۱۹۰۸ء میں مستورات کی فلاح و بہبود کے لیے انھوں نے "عصمت" جاری کیا تھا۔ ان کے اس جذبے نے آخری عمر اور کمزور صحت کے باوجود ان کو چین نہیں لینے دیا۔ جنوری ۱۹۳۹ میں یعنی اپنی وفات سے صرف دو سال چار ماہ پہلے "انیس نسواں" کے نام سے ایک ماہوار پرچہ جاری کیا۔ اس بلند پایہ مجلے کا اہم ترین مقصد مسلمان خواتین کی مذہبی اور معاشرتی اصلاح تھا۔ شیخ محمد اکرام خواتین میں بڑھتے ہوئے مغربی اثرات اور مادہ پرستی کے رجحان کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے تھے۔ وہ اس رسالے کے ذریعے مسلمان مستورات کو مغرب کی اندھا دھند تقلید، جدت پسندی اور فیشن پرستی سے متنفر کر کے اسلام اور اسلامی طرزِ حیات سے محبت پیدا کرنے کی کوشش میں مصروف تھے۔ وہ خود لکھتے ہیں: "یہ خوشی کی بات ہے کہ تعلیمِ نسواں کی ترقی جو آج نظر آ رہی ہے، ۱۹۰۸ء میں نہ تھی، جب میں نے رسالہ "عصمت" دہلی سے جاری کیا تھا۔ مگر یہ کہتے ہوئے افسوس ہوتا ہے کہ نسوانی ترقی کی موجودہ روش کچھ پسندیدہ نگاہ سے نہیں دیکھی جا رہی۔ یہ ترقی کی اصلی شاہراہ سے دور ہوتی جا رہی ہے۔ مغرب خود اپنی موجودہ تہذیب سے مطمئن نہیں اور اس لامذہبیت سے بیزار ہے۔ مادہ پرست یورپ اب حیران ہے کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے، کیا مسلم خاتون اس تہذیب کی تقلید کرنا چاہتی ہے، جس نے مذہب کو کھلونا اور نمائشی چیز بنا رکھا ہے؟ کیا مسلم خاتون اس معاشرت کو معراجِ ترقی سمجھنا چاہتی ہے، جس نے بے غیرتی اور بے حیائی میں کمال پیدا کر لیا ہے، جس کے نزدیک حرام و حلال میں کوئی تمیز نہیں رہی؟ کیا مسلم خاتون اس معاشرت کی نقال بننا چاہتی ہے جو گھر کی دلآویزی کو برباد کر کے ہوٹلوں اور فلم گھروں کو آباد کر رہی ہے؟ کیا مسلم خاتون اس معاشرت کو اختیار کرنا چاہتی ہے جو آئے دن نئے سے نیا حیا سوز لباس اختراع کرتی ہے اور عورت کے جوہرِ نسائیت اور شرافت کو غارت کر رہی ہے؟"[۲۵]

یہ مصور پرچہ اپنی ظاہری اور باطنی خوبیوں کے لحاظ سے بہت شان دار تھا، بہت مقبول ہوا، مگر اس غم گسار اور دردمند انسان کو قدرت کی طرف سے مہلت نہ ملی کہ اس چراغ کو جلائے رکھے۔

شیخ محمد اکرام کی مضمون نگاری

مضمون ایک داخلی صنف ادب ہے۔ اس میں قدم قدم پر مضمون نگار کے ذاتی تجربات و مشاہدات، جذبات و احساسات اور عقائد و نظریات کی جھلک نظر آتی ہے۔ گویا مضمون کو مضمون نگار کی شخصیت سے الگ کر کے نہیں دیکھا جا سکتا۔ شیخ محمد اکرام کے مضامین اس امر کی خوب صورت مثال ہیں۔ ان کی شخصیت ان کے مضامین میں نمایاں نظر آتی ہے۔ ان کے مضامین سلاست و روانی کی عمدہ مثال ہیں۔ انھوں نے زندگی کے مختلف موضوعات پر بے ساختہ، بے تکلف، سادہ، شگفتہ اور رواں انداز میں مضامین لکھے ہیں۔ وہ موضوع کی جزئیات کی تفصیل میں جانے کی بجائے نہایت مختصر اور سبک انداز میں اظہار خیال کرتے ہیں۔ اپنا نقطۂ نظر واضح کرنے کے لیے طویل بحث نہیں کرتے۔ موضوع کی گتھیاں نہیں سلجھاتے۔ ان کی تحریر نہ صرف مختصر اور جامع ہوتی تھی، بلکہ اس میں لطف بیان کا چٹخارہ بھی موجود تھا۔ ان کے مضامین شاعرانہ حسن بیان کا عمدہ نمونہ ہیں۔ ان کے مضامین کے موضوعات رنگا رنگ اور بوقلموں ہیں۔ ان میں فلسفہ، اخلاق، طنز و مزاح اور مناظر فطرت کی خوب صورت عکاسی کی گئی ہے۔ یہ مضامین تازگی اور توازنِ فکر و نظر کے لحاظ سے اردو ادب میں یادگار رہیں گے۔ کیونکہ یہ مفصل مطالعے اور گہرے تجربے کا نچوڑ ہیں۔ شیخ محمد اکرام نے مشرقی اور مغربی ملبوسات مثلاً ٹوپی، دستار، دوپٹہ، کوٹ، ٹائی اور کالر پر پُر لطف مضامین لکھے ہیں۔ حتیٰ کہ جب خواجہ حسن نظامی نے "نقاب" پر مضمون تحریر کیا تو ان موضوعات پر ان کی مضمون نگاری کی تعریف کی۔[۵۲]

شیخ محمد اکرام بہت عمدہ شعری ذوق بھی رکھتے تھے۔ انھوں نے مخزن کے زمانۂ ادارت میں مختلف شعرا کے تازہ کلام پر تمہیدی کلمات تحریر کیے۔ ان کے مطالعے سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ وہ فنِ شاعری کے اسرار و رموز سے بھی آگاہ تھے۔ وہ خود بھی بہت اچھے شعر کہتے تھے۔ انھوں نے انگریزی نظموں کے منظوم تراجم بھی کیے۔ ترجمہ ایک مشکل فن ہے، مگر انھوں نے انگریزی زبان کے مزاج

۵۲۔ مخزن جنوری ۱۹۰۵، ص ۲۸

اور نزاکتوں کو پیشِ نظر رکھ کر ان کو اردو زبان کے قالب میں ڈھالا۔ وہ بیک وقت محقق، نقاد، شاعر اور مضمون نگار تھے۔

ان کے چند مضامین کی فہرست پیشِ خدمت ہے:

نمبر شمار	مضمون کا عنوان	نام جریدہ	ماہ و سال طباعت
۱۔	دو خود پسند لڑکیاں	مخزن	مئی ۱۹۰۳
۲۔	کم فرصت بچہ (نظم)	"	مئی ۱۹۰۴
۳۔	کوٹ	"	جولائی ۱۹۰۵
۴۔	کتاب	"	نومبر ۱۹۰۵
۵۔	کالر ثانی	"	اکتوبر ۱۹۰۷
۶۔	تصویر قناعت	"	جنوری ۱۹۰۸
۷۔	طریق مختصر	"	جولائی ۱۹۰۹
۸۔	قدرت کی نیلم پری	عصمت	" "
۹۔	اخبار نویسی پر لارڈ مارلے کی رائے	مخزن	اگست ۱۹۰۹
۱۰۔	چیچک کا ٹیکا	عصمت	فروری ۱۹۱۰
۱۱۔	دم دار ستارے	"	" "
۱۲۔	فریب دولت	انتخاب مخزن	جلد دوم
۱۳۔	دستار	"	جلد اوّل
۱۴۔	ٹوپی	"	"